احمدی نوجوانوں کیلئے
ماھنامہ
خالد
ربوہ

اپریل ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

احمدی نوجوانوں کے لئے

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ ربوہ

خالد

اپریل 1995ء

شہادت 1374ھش

جلد 42 شمارہ 6 قیمت 5 روپے سالانہ 50 روپے

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

اس شمارے میں

پبلشر: مبارک احمد خالد

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد

دار الصدر جنوبی ربوہ
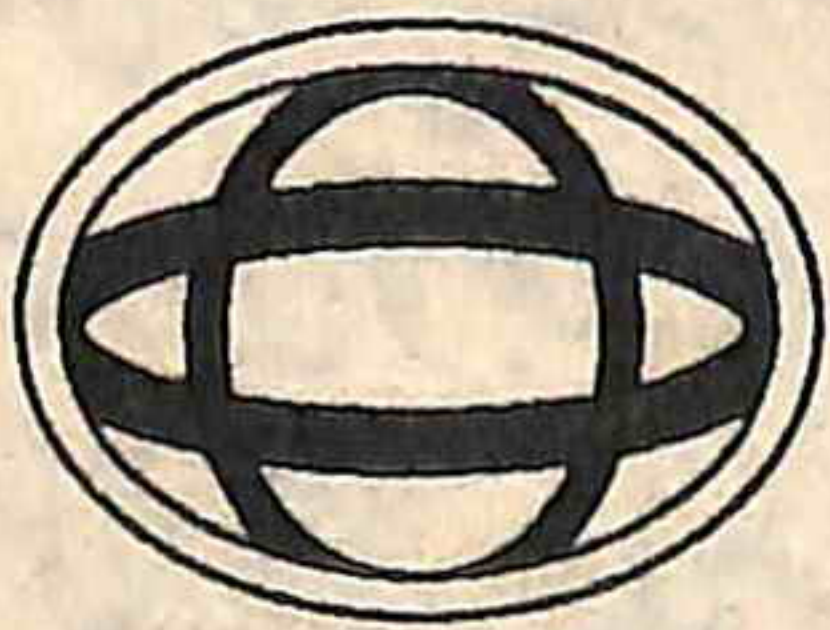
بعد ۱۱ - انشاءاللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اُس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا اِن جھوٹے الزاموں سے مجھے بَری ..... ثابت نہ کرے ..... اسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۶ر دسمبر ۱۹۰۰ء بروز پنج شنبہ کو یہ الہام ہوا

بر مقامِ فلک شدہ یارب
گر اُمیدے دہم مدار عجب

بعد ۱۱ - انشاءاللہ تعالیٰ۔

مَیں نہیں جانتا کہ گیاراں دن ہیں یا گیاراں ہفتہ یا گیاراں مہینے یا گیاراں سال مگر بہرحال ایک نشان میری بریّت کے لیئے اِس مُدّت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کے کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہوسکتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پُورا نہ ہولے۔" (اربعین نمبر ۴ حاشیہ - روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۴۵۷-۴۵۸)

پھر فرمایا :-

"بر مقامِ فلک شدہ یارب گر اُمیدے دہم مدار عجب

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تیری دہائی اب آسمان پر پہنچ گئی ہے اب میں اگر تجھے کوئی اُمید اور بشارت دوں تو تعجب مت کر میری سُنّت اور موہبت کے خلاف نہیں۔ بعد ۱۱۔ انشاءاللہ فرمایا اسکی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے ـــــ یہی ہندسہ ۱۱ - کا دکھایا گیا۔"

(الحکم جلد نمبر ۴ نمبر ۴۵ - ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء بحوالہ تذکرہ صفحہ ۴۰۱ ایڈیشن چہارم ۱۹۷۷ء)

باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کِھلا

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

جس کے دعویٰ کی سراسر افترا پر ہے بنا
اُسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لیئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیْح جَاءَ الْمَسِیْح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بے قرار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دِن اور یہ بہار

(انتخاب از دُرِّ ثمین)

خود زمانے نے مجھے بُلایا ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"اے بندگانِ خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساکِ باراں ہوتا ہے اور ایک مُدّت تک مینہہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح رُوحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے یعنی خدا کی وحی۔ وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔ مَیں اپنے دعویٰ کی نسبت اِس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔

نہ صرف یہ کہ مَیں اِس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بُلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بُلایا ہے۔

(پیغامِ صُلح۔ رُوحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۴۸۶-۴۸۷)

قسط اول

بائبل ایک نظر میں!

(مقالہ نگار:۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب)

قرآن حکیم میں ہے کہ تورات و انجیل کا منزل من اللہ حصہ سراسر ہدایت اور نور ہے۔ لیکن اصل تعلیمات یا تو بھلادی گئی ہیں یا نظروں سے مخفی ہوگئی ہیں۔ تحریف والحاق سے بھی تغیر وتبدل ہوگیا۔ یہ مقالہ اسی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے۔

بائیبل کے دو حصے ہیں۔ عہد عتیق اور عہد جدید۔ عہد عتیق میں تورات، زبور، انبیاء کے صحیفے اور بنی اسرائیل اور ان کے سلاطین کی تاریخ شامل ہے اور عہد جدید میں اناجیل اربعہ، رسولوں کے اعمال، پولوس کے خطوط، حواریوں کی طرف منسوب بعض تحریریں شامل ہیں اور آخر میں مکاشفات یوحنا عارف ہیں۔

پراٹسٹنٹ بائیبل کے عہد عتیق میں ۳۹ صحائف ہیں اور کیتھولک میں ۴۶ گویا سات صحیفے زائد ہیں۔

عہد جدید میں کم و بیش ایک ہزار الفاظ پر مشتمل "آیات" علماء کے نزدیک الحاقی ہیں۔ ان کو متن سے خارج کر کے باریک ٹائپ میں حاشیہ پر لکھ دیتے ہیں لیکن کیتھولک انجیل میں مستند متن کا وہ حصہ ہیں۔ (عصر حاضر میں کیتھولک ریوائزڈ ورشن ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں الحاقی آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ حواشی میں پراٹسٹنٹ کی طرح تسلیم کیا گیا کہ یہ آیات قدیم نسخوں میں مختلف فیہ ہیں)۔

عہد عتیق کی زبان عبرانی ہے۔ دو ایک صحیفوں کے بعض ابواب آرامی میں ہیں۔ عہد جدید کی زبان یونانی ہے۔ عہد عتیق چار ہزار سال کی تاریخ انبیاء پر مشتمل ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام سے ملاکی نبی تک اور عہد جدید حضرت مسیح ناصری علیہ السلام، حواریان مسیح اور تابعین کے حالات و تعلیمات پر مشتمل ہے۔ عہد عتیق کی پہلی پانچ کتابوں کا نام تورات ہے۔

کلیم اللہ کی زبان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان آرامی عربی تھی۔ (پیکس بائیبل کومنٹری (۱۹۶۳ء) صفحہ ۵۳)

آپ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل کنعان میں داخل ہوئے تو آرامی عربی اور کنعانی کے خلط ملط کے نتیجے میں موجودہ عبرانی معرض وجود میں آئی۔ ظاہر ہے کہ "احکام عشرہ" (TEN COMMANDMENTS) کی زبان آرامی عربی ہو سکتی ہے۔ کلیم اللہ پر وحی کا نزول اسی زبان میں ہوا۔ بعد میں اس مواد کو عبرانی میں ڈھال لیا گیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذہبی زبان عبرانی اور مادری زبان آرامی تھی۔ انجیل عبرانی یا آرامی زبان میں تھی۔ بعد میں یونانی میں منتقل ہو گئی۔

تورات آرامی عربی میں مفقود ہے۔ انجیل عبرانی یا آرامی میں نہیں ملتی۔ اس طرح ہمارے ہاتھ میں کتاب مقدس کا نقش ثانی ہے نقش اول نہیں ہے۔ اس فرق کو کتاب مقدس کے مصنفین نے بھی محسوس کیا۔

آپ حیران ہوں گے کہ کیتھولک بائیبل میں یشوع بن سیراخ کے نام سے ایک صحیفہ ہے۔ اس کے مقدمہ میں یہ بات لکھی ہوئی موجود ہے کہ یہ صحیفہ عبرانی سے یونانی میں منتقل ہوا تو ان الفاظ میں معذرت چاہی گئی:۔

"کیونکہ عبرانی الفاظ کا وہ زور نہیں رہتا جب وہ کسی اور زبان میں ترجمہ کئے جائیں اور علاوہ اس کے خود شریعت صحائف انبیاء اور باقی کتابوں میں کافی فرق ہوتا ہے جب کہ وہ اصلی زبان میں پڑھی جائیں"۔ (اردو کیتھولک بائیبل ۱۹۵۸)

پس اصل زبان میں تورات و انجیل کا نہ ملنا بہت بڑا سانحہ ہے۔ بہت سے نقائص اس سے پیدا ہوئے۔ غلط عقیدے پروان چڑھے اور خدا کی باتیں بندوں کے علم کلام میں آ کر مشتبہ ہو گئیں۔

موجودہ تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

توارت کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ یہ کتاب تمام و کمال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مرتب کی۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ ان کے بہت بعد کی باتیں درج ہیں۔ (استثناء ۳۴/۱۵، گنتی ۱۲/۳، پیدائش ۳۶/۳۱، استثناء ۳۴/۱۵)۔ خروج ۲۶، ۶/۲۷ میں موسیٰ کا ذکر THIRD PERSON کے طور پر ہے۔ بہت سی جغرافیائی اصطلاحات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کے زمانہ کے بعد فلسطین میں رہنے والا ایک شخص یا ایک سے زائد اس کے مصنف ہیں۔ (گنتی ۳۲ استثناء ۱/۵، ۱۴/۱، ۱۴/۳۔ پیدائش ۱۳/۱۸، ۱۴/۱۴۔ یشوع ۱۴/۱۵)

ظاہر ہے موجودہ تورات ابتدائی تورات نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سات سو سال بعد مرتب ہونے والی کتاب ہے۔

تاریخ تورات

تورات آشوری اور بابلی حملوں میں بالکل مفقود ہو گئی۔ خود انبیاء بنی اسرائیل نے کہا کہ تورات یوں نابود ہو جائے گی کہ لوگ اکناف عالم میں اسے ڈھونڈیں گے لیکن اس کا نام و نشان نہ پاسکیں گے۔ عاموس نبی (۷۵۰ قبل مسیح) کے الفاظ یہ ہیں:-

"خداوند خدا فرماتا ہے دیکھو وہ دن آتے ہیں کہ میں اس ملک میں قحط ڈالوں گا۔ نہ پانی کی پیاس نہ روٹی کا قحط بلکہ خداوند کا کلام سننے کا۔ تب لوگ سمندر سے سمندر تک اور شمال سے مشرق تک بھٹکتے پھریں گے اور خداوند کے کلام کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑیں گے لیکن کہیں نہ پائیں گے"۔

(عاموس نبی کا صحیفہ ۸/۱۲،۱۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ شمالی کنعان پر "اسباط عشرہ" (بنی اسرائیل کے دس قبائل) قابض تھے۔ جنوبی پر بنی اسرائیل کے دو فرقے۔ یہ مخالفت یہاں تک بڑھی کہ تورات بھی الگ الگ ہو گئی۔ شمالی فرقہ کی تورات الگ اور جنوبی کی الگ۔

آشوری حملوں میں شمالی اسرائیل تباہ و برباد ہو گیا اور بنی اسرائیل جلا وطن۔ جنوبی اسرائیل کی سلطنت جس کی راجدھانی یروشلم تھی باقی رہ گئی۔ اس دور میں شمالی اور جنوبی اسرائیل کی تورات کو یکجا کر دیا گیا۔ انبیائے بنی اسرائیل نے بتایا کہ کتاب مقدس میں بطالت راہ پاگئی۔ یرمیاہ نبی نے فرمایا:-

"تم کیوں کر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ بے شک جھوٹے کاتبوں کا قلم جھوٹ کی طرف پھر گیا ہے"۔ (یرمیاہ ۸/۸ بائیبل شائع کردہ کیتھولک ٹرتھ سوسائٹی ۱۹۲۴)

بعد ازاں بخت نصر حملہ آور ہوا اور جنوبی سلطنت بھی ختم ہو گئی۔ سارے بنی اسرائیل جلا وطنی میں چلے گئے۔ تورات کے سب نسخے جلا دیئے گئے۔ یہ وہ دور ہے جس کا ذکر عاموس نبی کی پیشگوئی میں ہے:-

"لوگ خداوند کے کلام کی تلاش میں
ادھر ادھر دوڑیں گے لیکن کہیں نہ پائیں گے"

ستر سال کے بعد جب بنی اسرائیل کا ایک حصہ جلاوطنی سے واپس کنعان میں لوٹا تو عزرا فقیہہ نے تورات کو دوبارہ جمع کیا۔ یہ تورات زبانی روایات، قصص انبیاء اساطیر اور مختلف تاریخی طوماروں کی مدد سے ترتیب دی گئی۔ ان ینابیع کو یکجا صورت میں

کردیا گیا۔ موجودہ تورات روایات مختلفہ کا ایک گلدستہ ہے۔ ان میں تاریخی ترتیب پیدا کرنے کی سعی کی گئی۔ اس طرح تین چار کہانیوں کو سامنے رکھ کر ایک مسلسل کہانی بنادی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں موسوی حصہ بھی شامل ہے۔

History of the Bible by F. Gladstone Bratton London 1961 Chapter 5.

تورات کے ینابیع کی مختصر کہانی کچھ یوں ہے:۔

جنوبی سلطنت میں تورات کا نسخہ ۸۵۰ قبل مسیح میں مرتب ہوا۔ شمالی سلطنت نے ۷۵۰ قبل مسیح میں اپنی تورات مرتب کی۔ ھیکل سلیمانی کی مرمت کے دوران ۶۲۱ قبل مسیح میں تورات کا ایک نسخہ منکشف ہوا۔ یہ غالباً حضرت داؤد و سلیمان کے زمانے کا تھا۔ (پیکس (۱۹۶۳) ۲۳۱)

۵۰۰ قبل مسیح میں کاہنوں نے تورات کا ایک نسخہ مرتب کیا۔ ۶۵۰ قبل مسیح میں شمالی اور جنوبی تورات کو یکجا کردیا گیا۔ بعد ازاں ھیکل کے آثار سے منکشف ہونے والی تورات اس میں مدغم ہوگئی۔ آخر کار کاہنوں کی تورات اس تانے بانے میں بُن دی گئی۔ اس طرح چار ماخذ کی بنیاد پر تورات کا ایک نیا نسخہ تیار ہوگیا۔ موجودہ تورات کے پس منظر میں یہ ماخذ کارفرما ہیں۔

A History of the Bible by F. G. Bratton London 1961 P. 88-91.

عبرانی بائیبل کے متن کی مختصر تاریخ

عہد عتیق کے صحائف کا عبرانی متن اعراب نہ ہونے کے باعث مختلف تھا۔ مسورائی علماء نے ساتویں صدی عیسوی تک متعین کیا۔ اس کے لئے باقاعدہ علامتیں مقرر کیں۔ قرأت کے لئے اعراب تجویز کئے گئے۔ اس سے پہلے متن میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ قرن اول میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ علماء نے ایک متن قبول کرلیا اور مختلف فیہ متون کو جلادیا۔

۱۹۴۷ء اور اس کے بعد صحائف قمران کے انکشاف سے عہد عتیق کے مختلف متن ابھر کر سامنے آگئے ہیں۔ دوسری اور تیسری صدی قبل مسیح میں عبرانی صحائف کا یونانی ترجمہ ہوا۔ اس ترجمہ کو سبعینیہ کہتے ہیں کیونکہ ستر علماء کی کاوش کا یہ نتیجہ ہے۔ دو عالم انتظامی امور کے لئے تھے۔ یوں کہیئے کہ ۷۲ علماء اس کام کے لئے چنے گئے۔ اسرائیل کے بارہ فرقوں کے نام پر چھ چھ عالم۔ ان علماء کے سامنے تورات اور صحف انبیاء کا جو متن تھا وہ مسورائی متن سے کئی جگہ مختلف تھا۔

سبعینیہ میں یرمیاہ نبی کی کتاب اپنی ترتیب اور ضخامت کے لحاظ سے وہ نہیں جو کہ مسورائی متن

میں ہے۔ سبعینیہ میں کتاب کا آٹھواں حصہ ہے باقی نہیں ہے۔ اسی طرح سامری تورات زمانہ قدیم سے محفوظ ہے۔ اس کے چھوٹے بڑے چھ ہزار مسورائی متن سے اختلافات مسلم ہیں۔ صحائف قمران میں اختلاف متن کی واضح مثالیں وادی قمران کے غار نمبر ۴ سے صحیفہ یرمیاہ کے بعض قطعات ملتے ہیں۔ ایک حصہ مسورائی متن کے مطابق ہے دوسرا سبعینیہ کے مطابق۔

The Pelican Guide to modern theology vol:3 by Robert Davidson and A. R. Leaney P. 105.

اسی طرح کتاب سموئیل کے دو متن دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قبل از مسیح میں بھی متبادل متن متداول تھے۔ سبعینہ میں جو متن ہے صحائف قمران سے اس کی مثالیں ملی ہیں۔ خروج اور گنتی تورات کی دو کتابوں کے بعض قطعات ملے ہیں جن کا متن مسورائی کی بجائے سامری تورات سے ملتا ہے۔

(ایضاً صفحہ ۱۰۵)

تحریف کے خلاف آوازۂ حق

چھٹی صدی قبل مسیح میں محرفہ متن کے خلاف یرمیاہ نبی نے آواز اٹھائی۔ فرمایا "بے شک جھوٹے کاتبوں کا قلم بطالت کی طرف پھر گیا ہے"۔ (یرمیاہ ۸/۸ ترجمہ کیتھولک بائیبل ۱۹۲۴)

"تم نے رب الافواج حی و قیوم خدا کا کلام بگاڑ ڈالا"۔ (یرمیاہ ۳۶/۲۴)

تاریخ سے ثابت ہے کہ یہودیوں میں بھی بعض فرقے (مثلاً نذرین وغیرہ) موجود تھے جو تورات میں تحریف والحاق کے قائل تھے۔

They declare that the Jewish pentatich was not the one recieved by moses but a later fabrication the scrolls and Christian origins by stendohl K.

(۱۹۵۷) P.۵۹،۶۶

ان کا دعویٰ تھا کہ یہودیوں کی کتب خمسہ موسیٰ کی تورات نہیں ہے بلکہ بعد کی اختراع ہے۔ بالآخر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور ان کے حواریوں نے بتایا کہ تورات میں خدا تعالیٰ کے مقدس نبیوں پر اتہامات ہیں۔ یہ بطالت کا پیوند ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف باتیں محرفہ ہیں۔

خطبات کلیمنٹائن دوسری صدی کی ایک دستاویز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں ایک اختلاف یہ بھی تھا کہ نصاریٰ تحریف و الحاق کی طرف توجہ دلاتے یہود اس سے بدکتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی تورات

حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ میں جو تورات تھی وہ موجود تورات سے مختلف تھی۔ اس کی بعض مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حیاۃ الاخرۃ

موجودہ تورات میں حیاۃ بعد المماۃ کا کوئی ذکر نہیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے حیاۃ الاخرۃ کو پیش کیا ہے۔ (زبور ۱۔۴، ۹۰، ۲۹۔۳۰/۱۰۴)

گویا آپ کے ہاتھ میں جو تورات کا نسخہ تھا اس میں اخروی زندگی کا ذکر تھا۔ اس کا ثبوت مسورائی توارت کے ایک حوالے سے بھی مل جاتا ہے۔ استثناء ۳۲/۳۵ میں "روز جزا سزا" کا ذکر تھا۔ کاتبوں نے یہاں "لیوم" کی بجائے "لی" کردیا۔ اس طرح یوم کا لفظ حذف ہوگیا۔ مسورائی علماء نے "لیوم" کی بجائے "لی" ہی پڑھا۔ جس کے باعث آج تک یہی متن مروج ہے لیکن سامری تورات میں آج بھی یوم کا لفظ موجود ہے۔ تورات کا حوالہ "اسرار حنوک" میں ہے۔ اس میں بھی یوم کا لفظ ہے۔

آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے تورات کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس عہد کے علماء کے ہاتھ میں جو تورات کا نسخہ تھا اس میں یوم کا لفظ تھا۔ یونانی زبان میں ترجمہ "روز سزا و جزا" کے الفاظ سے کیا گیا۔ (پیکس بائیبل کومنٹری ۱۹۵۲ نوٹ استثناء ۳۲/۱۵)۔ ۱۹۷۰ میں نیو انگلش بائیبل کے نام سے ایک نیا ترجمہ منظر عام پر آیا۔ علماء نے متن تورات میں یوم کا لفظ بحال کر کے نیا ترجمہ کیا ہے۔

یوں تورات میں کم از کم ایک جگہ روز جزا و سزا کا ذکر بحال ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ میں جو تورات کا نسخہ تھا اس میں حیاۃ الاخرۃ کا حوالہ حذف نہیں تھا بلکہ اس کا ذکر تھا۔

عصمت انبیاء

موجودہ تورات میں انبیاء بنی اسرائیل کے بارہ میں ھتک آمیز بیانات ہیں۔ مثلاً لوط کی بیٹیوں کا قصہ اور یہ ذکر کہ ہارون بچھڑا بنانے میں پیش پیش تھے۔ خطبات کلیمنٹائن میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کے صادق نبی تھے۔ ان کے شاگردوں نے دنیا کو بتایا کہ خدا تعالیٰ کے مقدس نبیوں کے بارہ میں تورات کے ہتک آمیز بیانات الہام خداوندی نہیں بطالت کا پیوند ہے۔ انبیاء کرام معصیت میں نہیں پڑسکتے۔ اسی طرح حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ میں جو تورات تھی اس میں انبیاء کی تقدیس کے خلاف باتیں درج نہیں تھیں۔ زبور میں حضرت ہارون کا ذکر ان الفاظ میں ہے:-

"انہوں نے خیمہ گاہ میں موسیٰ پر اور خداوند کے مقدس فرد ہارون پر حسد کیا...... انہوں نے حوریب کے مقام پر آکر ایک بچھڑا بنایا اور ایک

بقیہ صفحہ 19 پر

آکاشِ احمدیت کا ایک روشن ستارہ

حضرت حافظ روشن علی صاحب

(مخدوم مجیب احمد صاحب طاہر - ربوہ)

اس دنیائے رنگ و بو میں ہزاروں شخصیات ایسی پیدا ہوئی ہیں جنھوں نے اپنے لازوال کارناموں کی خوشبو سے ایک عالم کو مہکائے رکھا اور جنہیں دنیاوی عزت و حشمت سے کوئی غرض نہ تھی۔ بلکہ وہ صرف خدائے واحد کے دین کو سربلند کرنے کی آرزو لے کر اٹھے اور پھر اس کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کردیا۔ بلاشبہ ایسی شخصیات ایک دن میں نہیں بلکہ ایک زمانہ کے بعد پیدا ہوتی ہیں اور ایسی ہی بے مثل شخصیت اور رفیق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت حافظ روشن علی صاحب تھے۔

پیدائش اور بچپن

حافظ صاحب موصوف انیسویں صدی کی آخری دہائی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی میراں بخش صاحب اپنے آبائی گاؤں رنمل میں رہائش پذیر تھے اور زراعت سے وابستہ تھے۔ حضرت حافظ صاحب کے تین بھائی تھے۔ آپ سب بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ جب حافظ صاحب کے والد محترم نے وفات پائی تو آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ تھی۔ اس وقت حافظ صاحب موصوف کی آنکھیں دکھتی تھیں لیکن والد صاحب کی وفات کے بعد ان کے علاج کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جاسکی۔ جس کے باعث آپ کی آنکھیں اور زیادہ خراب ہوگئیں اور نتیجۃً آپ کی بینائی بہت کمزور ہوگئی۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب اس کمزوری کے باعث مروجہ (سکول کی) تعلیم سے محروم رہے لیکن دین کی تعلیم سے غافل نہ ہوئے اور نو سال کی عمر میں اپنے رشتہ کے ایک ماموں حضرت حافظ غلام رسول صاحب (رفیق حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کے پاس رہ کر قرآن کریم حفظ کرنے لگے۔ حفظ قرآن کے بعد آپ قادیان تشریف لے گئے جہاں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دست مبارک پر بیعت کرکے احمدیت میں شامل ہوگئے اور "رفیق مسیح موعود علیہ السلام" ہونے کا شرف حاصل کیا اور قادیان میں ہی رہائش پذیر ہو کر دینی

علوم کی تحصیل میں مصروف رہے۔

اسی عرصہ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مربی کی ضرورت پیش آئی تو آپ کی نگاہ انتخاب حافظ صاحب پر پڑی۔ محترم حافظ صاحب نے حضرت نواب صاحب کے بچوں کی تربیت کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ (بحوالہ احمدیت کا بطل جلیل صفحہ ۱۴)

اگرچہ حصول علم کے لئے آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے کسی چیز کو اس میں سدراہ نہ بننے دیا۔ حضرت حافظ صاحب کی بینائی اگرچہ بچپن میں ہی خراب ہو چکی تھی اور ایک آنکھ ہی سے کسی قدر دیکھ سکتے تھے اسی باعث آپ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے چنانچہ آپ نے تمام علوم محض سن کر حاصل کئے۔ تاہم حضرت حافظ صاحب کی بے پناہ ذہانت اور قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر موضوع کے متعلق حوالہ جات کا ایک وسیع ذخیرہ ہمہ وقت آپ کے حافظہ میں موجود رہتا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ حضرت حافظ صاحب نے ہر اسلامی علم میں تبحر حاصل کرلیا اور اسلامی علوم کے علاوہ یہودیت، عیسائیت و دیگر مذاہب پر بھی آپ نے کمال دسترس حاصل کرلی۔ المختصر یہ کہ آپ قلیل عرصہ میں ہی جماعت کے جید علماء میں شمار کئے جانے لگے۔

انجمن "انصاراللہ" کی ابتدائی تنظیم میں خدمات

۱۹۱۱ء میں حضرت فضل عمر نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی منظوری سے ایک انجمن قائم کی۔ جس کا نام "انصاراللہ" رکھا گیا۔ اس انجمن کے اہم فرائض واغراض میں سے تبلیغ کے کام کو وسیع کرنا، ذکر الٰہی پر زور دینا، جماعت کی تعلیمی حالت کو ترقی دینا اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کرنا تھا (بحوالہ الحکم ۲۱ فروری ۱۹۱۱ء)۔ اس انجمن کے ابتدائی ممبر صرف نو افراد تھے۔ صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے پاس تھی اور جنرل سیکرٹری حضرت حافظ صاحب منتخب کئے گئے۔

قائم مقام امیر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۱۹۱۲ء میں حج کے مبارک سفر پر تشریف لے گئے۔ اس غیر حاضری میں آپ نے حضرت حافظ صاحب کو امیر انصاراللہ مقرر فرمایا اور آپ کی پوری اطاعت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (بحوالہ الحکم ۷ ستمبر ۱۹۱۲ء)

مجاہدانہ سعی

خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت جب چند فتنہ پرداز لوگوں نے جماعت میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی تو خداوند کریم نے اپنے فضل اور نصرت سے جماعت کو اس دور آشوب میں ثبات قدم پر قائم رکھا۔ اس موقع پر حافظ صاحب موصوف کی خدمات جلیلہ یاد رکھنے کے قابل ہیں اور بقول حضرت میر محمد اسحاق صاحب "۱۹۱۴ء کے اختلافات کے موقع پر بہت سی روحوں کے حق پر قائم رہنے کا ثواب خدا چاہے تو آپ (حضرت حافظ صاحب) کو ہوگا"۔ (بحوالہ سیرت حافظ روشن علی صفحہ ۴۹)

درس قرآن کا آغاز

حضرت حافظ صاحب کو قرآن مجید فرقان حمید سے شدید عشق و محبت تھی۔ قرآن کریم گویا آپ کی غذا تھی۔ آپ کی مجلس میں ہمیشہ قرآن کریم کا ذکر رہتا۔ حافظ صاحب محترم ہر رمضان کے آغاز میں درس قرآن مجید کا بطور خاص اجراء فرماتے۔ یہ سلسلہ آپ نے ۱۹۱۴ء سے شروع فرمایا اور وفات سے دو سال قبل یعنی ۱۹۲۷ء تک اس مبارک فریضہ کو انجام دینے کا شرف حاصل کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے بھی بعض اوقات آپ کو اپنی جگہ درس قرآن کے لئے مقرر فرمایا۔ (بحوالہ "احمدیت کا بطل جلیل" صفحہ ۳۳)

قاضیٔ سلسلہ کی خدمات

۱۹۱۹ء میں جماعت احمدیہ کی وسیع ضروریات کو پورا کرنے کے لئے احباب کے مشوروں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مرکز سلسلہ میں "نظارت" کا نظام قائم فرمایا۔ پھر ان نظارتوں کے ماتحت بعض دیگر اہم شعبہ جات بھی قائم فرمائے۔ اس موقع پر آپ نے حضرت حافظ صاحب کو قاضی القضاۃ کے فرائض تفویض کئے۔ (الفضل ۴ جنوری ۱۹۱۹ء)

مبلغین (مربیان) کے استاذ

حافظ صاحب محترم نہ صرف خود ایک کامیاب مبلغ (داعی الی اللہ) تھے بلکہ کئی نامور مبلغین (مربیان) کے استاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں جب قادیان میں مبلغین (مربیان) کی باقاعدہ کلاس کا آغاز ہوا تو اس کلاس کی نگرانی مکمل طور پر حافظ صاحب کے سپرد تھی۔ آپ کے شاگردوں میں سے دو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یعنی حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور حضرت مولانا ابوالعطاء

صاحب جالندھری۔ انہیں آپ کی شاگردی سے وافر حصہ ملا اور آپ کے ان تلامذہ کو ان کی شاندار خدمات کے پیش نظر "خالد احمدیت" کے لقب سے بھی نوازا گیا۔

آریوں سے علمی بحث

حضرت حافظ صاحب ایک ممتاز شخصیت ہونے کے باعث بلند پایہ داعی الی اللہ بھی تھے۔ آپ نے بیسیوں علمی مباحثوں میں شرکت کی اور مخالفین پر اپنے علم کی دھاک بٹھادی۔ گفتگو میں ہمیشہ سنجیدگی اور اخلاق کو مد نظر رکھا۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے غیر مسلموں خصوصاً عیسائی پادریوں اور آریوں سے بعض علمی مباحثات کئے۔

ہجرت (مئی) ۱۹۱۸ء میں آپ نے گجرات میں پنڈت شانتی سروپ سے ایک مشہور علمی مباحثہ کیا۔ اس مباحثہ کے اختتام پر غیر از جماعت دوست اس قدر خوش ہوئے کہ حضرت حافظ صاحب کو ہاتھوں پر اٹھا کر آپ کی جائے رہائش تک پہنچانے کے لئے تیار ہوگئے۔ (بحوالہ الفضل ۸ احسان (جون) ۱۹۱۸ء)

حافظ صاحب کے اس تبحر علمی کے باعث حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے فرمایا "مباحثوں کی وجہ سے (حافظ صاحب) جماعت میں اس قدر مقبول ہوئے کہ ...... اس وقت ہمیشہ جماعتیں یہ کہا کرتی تھیں کہ اگر حافظ روشن علی صاحب اور میر محمد اسحاق صاحب نہ آئے تو ہمارا کام نہیں چلے گا"۔ بحوالہ الفضل ۱۹ نبوت (نومبر) ۱۹۴۰ء)

بلاد عربیہ اور یورپ کے دورہ پر روانگی

حضرت حافظ صاحب کو بیرونی ممالک میں بھی دورے کرنے اور وہاں دین حق کی اشاعت کی توفیق بھی ملی۔ آپ ۱۹۲۴ء میں بلاد عربیہ، مشرق وسطیٰ اور یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ قاہرہ پہنچ کر وہاں "خلافت" پر ایک لیکچر کا اہتمام کیا اور "ترکوں کی خلافت" سے متعلق پیدا شدہ وساوس کا ازالہ فرمایا۔ (الفضل ۲ تبوک (ستمبر) ۱۹۲۴ء)

دمشق اور قاہرہ میں آپ انفرادی طور پر بھی رؤسا اور علماء سے ملے اور انہیں دین حق کی صحیح تصویر سے آگاہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ یورپ تشریف لے گئے۔ انگلینڈ میں حضرت حافظ صاحب نے ویمبلے کانفرنس کے موقع پر "تصوف" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور اہل یورپ کو دین حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ پیرس تشریف لے جاکر نہ صرف آپ نے یہودیوں، عیسائیوں و دیگر

مذاہب کے لوگوں کو خدائے واحد کا پیغام پہنچایا بلکہ وہاں دین حق کی ایک کمیٹی کے اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ (بحوالہ الفضل یکم فتح (دسمبر) ۱۹۲۴ء)

بیماری اور وفات

حضرت حافظ صاحب کئی سالوں سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے لیکن آپ اس کی زیادہ پروانہ کرتے ہوئے دن رات خدمت دین اور علمی مشاغل میں مصروف رہے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ بیماری تشویشناک حد تک بڑھ گئی۔ سلسلہ کے نہایت مخلص خادم اور جید عالم ہونے کے سبب حضرت فضل عمر نے آپ کے علاج کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ بیماری میں افاقہ ہونا شروع ہوگیا لیکن احسان (جون) ۱۹۲۹ء میں وفات سے کچھ روز قبل عوارض نے اچانک ایسی صورت اختیار کرلی کہ دوا کو بھی جسم کے اندر پہنچانا محال ہوگیا۔ علاج معالجہ بے کار ہو کر رہ گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مشیئت پوری ہوئی اور آپ ۲۳ احسان (جون) ۱۹۲۹ء کو دار فانی سے کوچ کر کے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اس طرح قرآنی علوم کا یہ سمندر اور علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کے انتقال پر فرمایا:-

"حافظ صاحب "مولوی عبدالکریم ثانی" تھے اور اس بات کے مستحق تھے کہ ہر ایک احمدی انہیں نہایت عزت و توقیر کی نظر سے دیکھے۔ انہوں نے..... (دین حق) کی بڑی بھاری خدمت سرانجام دی ہے اور جب تک یہ مقدس سلسلہ دنیا میں قائم ہے انشاءاللہ ان کا کام کبھی نہیں بھولے گا"۔ (الفضل ۲۸ جون ۱۹۲۹ء۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۱۶۴)

پھر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حافظ صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:-

"میں سمجھتا ہوں میں ایک نہایت وفادار دوست کی نیک یاد کے ساتھ بے انصافی کروں گا اگر اس موقعہ پر حافظ روشن علی صاب کی وفات پر رنج و افسوس نہ کروں۔ حافظ صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص اور بے نفس انسان تھے۔ میں نے ان کے اندر وہ روح دیکھی جسے اپنی جماعت میں پیدا کرنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواہش تھی..... میں سمجھتا ہوں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے چالیس مومن میسر آجائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کرلوں......"

(تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۱۶۶)

سیرت مبارکہ

عشق قرآن:- قرآن کریم سے حضرت حافظ صاحب کو بے پایاں عشق و محبت تھی۔ آپ کی مجلس میں ہمیشہ قرآن کریم کا ذکر رہتا۔ آپ ہر سال رمضان المبارک میں قرآن مجید کا مکمل درس دیتے۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۷ء تک متواتر ہر سال قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔ اسکے علاوہ بعض اوقات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنی ناسازی طبع کے دوران آپکو اپنی جگہ درس قرآن کریم کیلئے مقرر فرمادیتے۔ (بحوالہ سیرت حافظ صاحب صفحہ ۳۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب موصوف قرآن مجید کے بہت بڑے عالم تھے اور انہیں تفسیر پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب فرماتے ہیں:-

"بیسیوں مرتبہ خدا تعالیٰ کی بزرگ کتاب کا پورا درس دیا۔ ہزاروں لوگ آپ کے علم سے مستفید ہونے والے ہیں۔ برسوں تک ہر رمضان میں شدید گرمیوں میں روزہ رکھ کر آپ ایک پارہ روزانہ درس دیتے رہے۔ قرآن مجید کے (قریباً سب سے زیادہ) عالم تھے اور صرف عالم ہی نہیں بلکہ نہایت متقی اور باعمل تھے"۔ (الفضل ۲۸ احسان ۱۹۲۹ء)

مفسر قرآن ہونے کے علاوہ حضرت حافظ صاحب تجوید القرآن کے ماہر اور بڑے خوش الحان قاری تھے۔ آپ کی قرأت سن کر کئی غیر از جماعت حتیٰ کہ غیر مسلم بھی مسحور ہوجاتے تھے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عشق

اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حد درجہ عشق تھا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر مبارک کرتے وقت آنکھیں ڈبڈبا جاتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک لیتے وقت ضرور درود بھیجتے۔ حضرت حافظ، محبوب خدا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"تم جانتے ہو یہ ریلیں اور تاریں کیوں بنیں؟ ان کے بننے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاد کو نکلے تو آپ کے دوستوں کو تکلیف ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی (ترجمہ) اے خدا ہمارے لئے زمین لپیٹ دے۔ پس یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی دعا کی برکت ہے۔ میں جب ریل پر سوار ہوتا ہوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتا ہوں"۔ (الفضل ۳۰ صلح ۱۹۱۶ء)

قناعت

حضرت حافظ صاحب میں قناعت کا مادہ وسیع حد تک موجود تھا۔ اگرچہ آپ کی آمدن قلیل تھی اور دو بیویوں کے اخراجات آپ کے ذمہ تھے مگر آپ

نے کبھی بھی کسی سے تنگیٔ معاش کا تذکرہ نہ فرمایا۔ ایک دفعہ نماز تراویح اور درس القرآن کے اختتام پر قادیان سے باہر کسی جگہ پر کچھ رقم آپ کی نذر کی گئی۔ آپ نے فرمایا:-

"میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ مرکز والوں کی بات باہر والوں کے لئے حجت ہوتی ہے۔ اس لئے اس رسم کا یہاں ڈالنا میرے نزدیک ٹھیک نہیں"۔ (الفضل ۱۴ اخاء (اکتوبر) ۱۹۲۹ء)

فقہ میں بلند مقام

جماعت میں آپ کا فقہی مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ اپنے دور کے ایک عظیم مجتہد تھے۔ ایک لمبا عرصہ آپ نے اس علم کی تحصیل میں صرف کیا۔ خلافت ثانیہ کے اوائل سے آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مفتی مقرر کیا گیا اور تا وقت وفات آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کی مشہور تالیف "فقہ احمدیہ" ہماری جماعت میں فقہ کے موضوع پر پہلی اور مشہور تالیف ہے۔

ذمہ داری اور فرض منصبی کا خیال و احساس

حضرت حافظ صاحب میں فرض منصبی اور ذمہ داری کا حد درجہ احساس پایا جاتا تھا۔ آپ کے ذمہ جو کام سپرد ہوتا آپ خود کو کلی طور پر اس کا ذمہ دار خیال کرتے ہوئے اسے انجام دیتے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:-

"سلسلۂ احمدیہ کے متعلق یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ خلیفۂ وقت یا کوئی اور اس کا ذمہ دار ہے۔ بلکہ اپنے ذہن میں اسی خیال کو پختہ کرو کہ یہ سلسلہ میرا ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں"۔

(الفضل ۲۶ وفا ۱۹۲۹ء)

"سیرت روشن علی" میں رقم ہے:-

"آپ نے کبھی اپنے فرائض منصبی سے رخصت حاصل نہ کی۔ رخصت کے نام سے آپ کو چڑ تھی۔ آپ فرماتے کہ رخصت کا نام نہ لیا کرو۔ زندگی میں تمہارے لئے رخصت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں موت کے بعد تم مکمل آرام کر سکتے ہو۔ آپ کام کرنے میں راحت محسوس کرتے"۔

(صفحہ نمبر ۶۲)

ذہانت اور حافظہ

حضرت حافظ صاحب نہایت ذہین اور ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ آپ میں ایک کمال یہ پایا جاتا تھا کہ کسی موضوع سے متعلق آپ فوراً قرآن کریم کی متعدد آیات بتادیا کرتے تھے۔ حضرت فضل عمر اس بارہ میں فرماتے ہیں:-

"حافظ صاحب میں یہ بڑا کمال تھا کہ جب بھی انہیں کوئی مضمون دیا جاتا وہ اس مضمون کی

آیتیں قرآن کریم سے فوراً نکال دیتے.....ان کی زندگی میں مجھے مضمون تیار کرنے کے متعلق کبھی گھبراہٹ نہیں ہوا کرتی تھی"۔

(الفضل ۲۶ وفا ۱۹۴۴ء)

آپ نہ صرف قرآن کریم کے حافظ تھے بلکہ کلام مجید کا ترجمہ، تحت اللفظ بھی بغیر متن پڑھے اسی روانی کے ساتھ کرسکتے تھے گویا آپ قرآن کریم کے ترجمہ کے بھی حافظ تھے۔

(بحوالہ سیرت حافظ صاحب صفحہ ۱۷)

تبحر علمی

حافظ صاحب موصوف اپنے زمانہ میں سلسلۂ احمدیہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ قرآن کریم اور حدیث میں زبردست علمی مہارت کے علاوہ دیگر اسلامی علوم اور غیر مذاہب سے متعلق بھی اعلیٰ درجہ کی واقفیت حاصل تھی۔ جماعت کے ایک جید عالم اور مبلغ دین مولانا عبدالرحیم صاحب نیر آپ کو "متحرک اسلامی انسائیکلوپیڈیا" قرار دیتے تھے۔

(بحوالہ الفضل ۱۲ وفا (جولائی) ۱۹۲۹ء)

آپ کی قابلیت کا اعتراف غیروں نے بھی کیا۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث (۵ جولائی ۱۹۲۹ء) لکھتا ہے:۔

"حافظ روشن علی قادیانی جماعت میں ایک قابل آدمی تھے۔ موصوف خوش قرأت خوشگو تھے"۔ (بحوالہ الفضل ۹ ہجرت (مئی) ۱۹۳۰ء)

آپ کی بھرپور علمی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"میں نے اپنے تمام روحانی علوم میاں محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی) کو دے دیئے ہیں اور تمام ظاہری علوم حافظ روشن علی صاحب کو دے دیئے ہیں"۔ (سیرت حافظ روشن علی صفحہ ۲۱)

خدمت دین کیلئے تڑپ

حضرت حافظ صاحب خدمت دین کے لئے ہر وقت مستعد رہتے اور کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں کے لئے مبلغ مقرر کئے جا رہے تھے۔ میں نے بطور خبر آپ کی خدمت میں بھی ذکر کردیا تو آپ نے فرمایا:۔

"ناظر صاحب سے کہنا کہ مجھے بھی کسی جگہ مقرر کردیں۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ کسی کے سہارے کسی قریب کے شہر میں چلا جاؤں گا۔ مجھ سے یہ بھی تو برداشت نہیں ہوسکتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں جلسے ہوں اور میرا ان میں حصہ نہ ہو"۔ (الفضل ۹ ہجرت (مئی) ۱۹۳۰ء)

مولانا سلطان احمد صاحب پیر کوٹی فرماتے ہیں:۔

"آخری بیماری میں جب کہ آپ موت و زندگی کی کش مکش میں تھے (تب بھی آپ نے جماعت کے لئے تصنیف کا کام نہ چھوڑا)۔ آپ نے الفضل کے سیرت النبی ﷺ نمبر کے لئے "آنحضور ﷺ کا بیماروں سے سلوک" کے عنوان پر ایک نہایت قیمتی مضمون لکھوایا جو آپ کی زندگی کا غالباً آخری مضمون ثابت ہوا۔ گویا جس آقائے نامدار ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کو آپ عمر بھر پھیلاتے رہے اسی کے ذکر پر آپ کی عملی زندگی کا اختتام ہوا"۔

(سیرت حافظ روشن علی صاحب صفحہ ۵۴)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کو ان عظیم شخصیات کی پاکیزہ سیرت کو اپنی زندگی میں اپنانے اور ان کے نام کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بقیہ از صفحہ...... 10

سونے کی ڈھالی ہوئی مورت کی پوجا کی"۔

(زبور ۱۰۶/۱۹،۱۶)

صاف ظاہر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جو تورات کا نسخہ تھا اس کی رو سے عجل پرستی بنی اسرائیل کا فعل شنیع تھا۔ جب کہ موجودہ تورات میں ہے بچھڑا ہارون نے بنایا تھا (خروج ۳۲/۴،۳) زبور میں ہے کہ موسیٰ و ہارون قوم کے عظیم اور ہم صفت ہادی تھے۔ لکھا ہے:-

"تو نے موسیٰ اور ہارون کے وسیلے سے گلے کی مانند اپنی قوم کی رہنمائی کی"۔ (زبور ۷۷/۲۱)

انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا میں ہے:-

"بچھڑا بنانے کا بیان ہارون کو بدنام کرنے کے لئے بعد میں لکھ کر تورات کے متن میں داخل کر دیا گیا"۔ (زیر لفظ AARON)

باقی آئندہ شمارے میں

واقفین نو

"ہر واقف زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن ہی سے اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہیئے"۔

"بچپن ہی سے ان (واقفین نو) بچوں کو قانع بنانا چاہیئے اور حرص و ہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہیئے"۔

دستِ کرم نے ہم کو سنبھالا ہُوا تو ہے

وہم و گماں کو دل سے نکالا ہوا تو ہے
خود کو یقیں کی راہ پہ ڈالا ہوا تو ہے

حسنِ عمل سے دل میں اجالا ہوا تو ہے
تاریکیوں کا کوئی ازالہ ہوا تو ہے

لغزش نہ آئے گی کبھی پائے ثبات میں
یہ دل مصیبتوں کا ہی پالا ہوا تو ہے

مل کر رہے گی منزلِ مقصود بالیقیں
راہِ عمل میں غم کا اجالا ہوا تو ہے

وہ جان لے کہ رحمتِ حق ڈھال ہے مری
دشمن نے تیرِ ظلم سنبھالا ہوا تو ہے

کس سے سنوگے غم کی حکایاتِ دلستاں
بلبل کو اس چمن سے نکالا ہوا تو ہے

غم خواریٔ جہاں سے مگر رخ نہ موڑنا
اے دل! تو دیوِ غم کا نوالہ ہوا تو ہے

ہو کر رہے گی شہرت و عظمت ترے نثار
دشمن نے تیرا نام اچھالا ہوا تو ہے

بے مہریٔ جہاں کی شکایت ہو کیوں سلیم
دستِ کرم نے ہم کو سنبھالا ہوا تو ہے

(مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب)

نوجوانوں کے لئے بے کاری سراسر نقصان دہ ہے

(مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب)

آج کی دنیا میں بیکاری اور بے روزگاری پیچیدہ ترین مسائل میں شامل ہے۔ روزگار نہ ملنا بے روزگاری کہلاتا ہے اور یہ صورت حال بہت کٹھن ہوتی ہے۔ لیکن اگر بے روزگاری کے ساتھ ہمہ وقت کی بیکاری بھی شامل ہو جائے یعنی بے روزگار شخص اپنے وقت کو کسی اچھی قسم کی ذاتی یا سماجی قسم کی مصروفیت میں گزارنے کی بجائے فقط ضائع کرنے پر تل جائے تو یہ امر نہ صرف اس شخص بلکہ اس کے خاندان اور پھر ملک و قوم سب کیلئے بہت نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ایک انگریزی محاورہ ہے کہ:-

بے کار اور نکمے شخص کا دماغ شیطان کی آماجگاہ ہوتا ہے"۔

وجہ یہ کہ انسانی دماغ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہے تو وہ اس کے بارہ میں ہی سوچے گا اور مصروف عمل رہے گا جس سے وہ فرض اپنے ہدف اور منزل کی طرف جاری و ساری رہے گا اور اس کے حتی الوسع اچھے نتائج برآمد ہونگے لیکن اگر کوئی شخص بالکل بے کار اور نکمی زندگی گزار رہا ہے تو اس کی سوچ اکثر و بیشتر منفی اور تخریبی ہوگی۔

بیکاری کے نقصانات

بے کار رہنے کا سب سے بڑا نقصان تو یہی ہے کہ انسانی دماغ غلط سوچ اور بُرے خیالات کا مرکز بن جاتا ہے جو بالاخر ناپسندیدہ افعال اور بُری عادات میں ڈھل جاتے ہیں۔

دوسرا بڑا نقصان آوارگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے ایک ارشاد کے مطابق بیکاری اور آوارگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بے کار انسان وقت گزاری کیلئے آوارگی کو اختیار کرتا ہے جو ہزاروں برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ فارغ اور بے کار نوجوانوں کا سڑکوں اور چوراہوں میں کھڑے ہو کر فضول باتیں اور حرکتیں کرنا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو نہایت ہی معیوب بات ہے اور راستوں کے حق کو غصب

کرنے کے مترادف ہے نیز سراسر خسارے کا سودا ہے۔ سورۃ مدثر رکوع ۲ میں اہل جنت اور اہل دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنتی لوگ اہل دوزخ سے سوال کریں گے کہ تم کو کیا چیز دوزخ میں لے گئی تو وہ جواب دیں گے:۔

"ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے اور بے حکمت (لغو) باتیں کرنے والوں کے ساتھ بے حکمت (لغو اور فضول) باتیں کیا کرتے تھے"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان برائیوں سے محفوظ رکھے۔

کردار اور شخصیت کا داغ دار ہونا

وقت کے بے رحم ضیاع کے ساتھ ساتھ آوارہ اور بے مقصد شخص کے کردار اور شخصیت پر بھی بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ وہ بُری مجلسوں کے نتیجہ میں بُری خصلتوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بُری مجلس کی مثال لوہار کی کوئلوں اور دھوئیں والی بھٹی سے دی ہے کہ وہاں بیٹھنے والے کو کم از کم سیاہی یا کالک تو ضرور لگے گی۔

آپ نوجوانوں میں عادات بد مثلاً سگریٹ نوشی کا جائزہ لیں تو ان میں سے اکثر یہی بتائیں گے کہ انہیں یہ بری اور مضر عادت ان سگریٹ نوشوں سے لگی ہے جن کی مجلس میں انہوں نے اول اول بیٹھنا شروع کیا اور شوقیہ طور پر ان کے سنگ سگریٹ پینا شروع کر دیا۔ بعد میں یہ عادت پختہ ہو گئی اور ان کے پیسے اور صحت کو دیمک کی طرح چاٹنے لگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ماحول اور ارد گرد کا اثر دل اور دماغ پر ضرور پڑتا ہے۔

بوریت اور افسردگی کا غلبہ

بیکاری اور نکمے پن کا ایک اور خطرناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا انسان ہر وقت بوریت اور اکتاہٹ محسوس کرتا ہے اور آخر کار افسردگی اور شدید ذہنی پریشانی (DEPRESSION) کا شکار ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں انسان اپنے آپ سے کلی طور پر مایوس و بے زار اور عملی لحاظ سے مفلوج بے اختیار ہو کر رہ جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں اگر کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے متعلق یہ لکھ دے کہ وہ (DEPRESSION) کا شکار ہے تو ایسے شخص کو اس کے کام سے لازماً رخصت مل جاتی ہے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتا اور ہر قسم کی قوت فیصلہ سے محروم ہو جاتا ہے وہ اپنے دفتر یا کام کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص عملی طور پر

گویا اس شعر کی تصویر بن جاتا ہے:-

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

آگے آتی تھی حال دل پر ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

مؤثر علاج موجود ہے

اس ضمن میں پہلے یہ ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ بیکاری و بے روزگاری کی کچھ ایسی مشکلات اور حالات بھی ہیں جن میں خود بخود نوجوانوں کی کم سمجھی اور نا تجربہ کاری کا بہت حد تک دخل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک نوجوان عام مضامین میں ایف۔ اے یا بی۔ اے کا امتحان کم نمبروں میں پاس تو کر لیتا ہے لیکن پھر بھی اسے آسانی سے ملازمت نہیں ملتی جس سے اسے بہت مایوسی اور پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ہمارے نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی چاہیئے کہ محض عام درجے میں ایف۔ اے یا بی۔ اے حتی کہ غیر اہم مضمون میں ایم۔ اے کر لینے کا بھی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ انہیں چاہیئے کہ خود اپنے ذہنی رجحان اور وسائل کے مطابق کوئی تکنیکی یا تعلیمی لائن اختیار کریں

جس میں وہ نمایاں کارکردگی دکھا سکیں۔

خواہ یہ کسی قسم کا ہنر یا مہارت (TRADE OR SKILL) ہی ہو۔ یورپی ممالک میں تعلیمی اداروں میں STREAMING کا عمل نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ جس کے مطابق مختلف طلبہ کو انکی صلاحیت کے مطابق تعلیم، تربیت اور رہنمائی ملتی ہے۔ وہاں بی۔ اے ایم۔ اے بلکہ ایف۔ اے کرنے کی نسبتاً نچلی سطح تک بھی بے سپاٹ دوڑ نہیں لگائی جاتی بلکہ طالب علم کا میلان طبع اور اس کی علمی استعداد دیکھی جاتی ہے اور انہیں مختلف عملی یا ٹیکنیکل کاموں اور میدانوں میں ڈال کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنا دیا جاتا ہے۔ وہ لوگ کماتے بھی خوب ہیں۔ ہمارے ہاں بی۔ اے اچھے نمبروں میں پاس کرنے والے طلبہ کو پوسٹ گریجوایشن کے طور پر پروفیشنل ایجوکیشن مثلاً قانون، تدریس، شارٹ ہینڈ، کمپیوٹر کورس وغیرہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اس طرح اچھی ملازمت ملنے کے زیادہ مواقع میسر آ جاتے ہیں۔

جب تک بے روزگار ہیں

لکھے پڑھے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وقتی طور پر بے روزگاری کے ساتھ ہمہ وقتی نکمے پن اور بیکاری کو جمع نہ ہونے دیں۔ ملازمت کی کوشش اور انتظار کے فارغ زمانہ میں ادھر ادھر وقت ضائع کرنے اور

غیر معیاری و غیر صحتمندانہ سرگرمیوں میں حصہ لینے کی بجائے اپنا وقت کتب بینی میں گزاریں۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔

اول:۔ ان کا وقت منفی سوچ اور مایوسی کی بجائے دلی بشاشت اور ذہنی آسودگی کے ساتھ بہتر رنگ میں گزرے گا۔ فرانس کے مشہور عالم مصنف وکٹر ھیوگو (VICTOR HUGO) کا یہ قول کتنا سچا ہے:۔

BOOKS ARE DRY BUT ARE FRIENDS

کہ کتابیں گو خشک ہی سہی لیکن یقینی اور قابل اعتماد دوست ہوتی ہیں۔

دوئم:۔ دوسرا فائدہ کتب بینی کا یہ ہے کہ انہیں اچھی اور معیاری کتب (اس میں اخبارات اور رسائل کو بھی شامل کرلیں) میں بڑی کام اور علم کی چیزیں پڑھنے کو ملیں گی۔ موجودہ اور گزشتہ زمانہ کے بھی اعلیٰ مصنفین اور مفکرین کے خیالات اور حالات سے آگاہی ہوگی۔ جس سے علمی ترقی اور ذہنی بالیدگی حاصل ہوگی۔ ایک مصنف نے کیا خوب کہا ہے:۔

BOOKS ARE EMBALMED MINDS.

یعنی کتب گویا حنوط شدہ دماغ ہیں۔ ہم افلاطون، شکسپیئر اور سب سے بڑھ کر سابقہ دور کے مسلمان بزرگوں اور دانشمندوں کی ملاقات سے محروم ہیں لیکن اب بھی ان کے عالی افکار اور اقوال مختلف کتب سے بڑھ کر بے پناہ فوائد اور علم حاصل کرسکتے ہیں۔ سوئم:۔ فائدہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ عام دنیاوی و مادی چیزیں استعمال کرنے سے کم ہوتی جاتی ہیں لیکن آپ علم کو جتنا خرچ اور استعمال کریں گے اس میں اتنی ہی پختگی، وسعت اور مہارت پیدا ہوتی جائے گی۔ آسان مثال یہ ہے کہ اگر کوئی میٹرک پاس طالب علم کسی چھوٹی کلاس کے طالب علم کو اس کی پڑھائی میں مدد دینا شروع کرے تو پڑھانے والے کو خود محسوس ہوگا کہ اس بچے کے اسباق کی تیاری اور دوہرائی کے عمل میں خود اس کا اپنا علم بہتر اور پختہ ہوگیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں نئی نئی اور اچھی کتابیں پڑھنے سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے وہاں اپنے سابقہ علم کو دوسروں میں بانٹنے کا بھی بے حد فائدہ اور ثواب ہے۔ حدیث شریف میں جن تین قسم کے اعمال کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا ان میں سے ایک علم ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ دوسروں میں علم بانٹنے اور ان کی پڑھائی میں ان کو مدد دینے کا فائدہ یوں بھی حاصل ہوگا کہ انسان کا فارغ وقت بہت اچھے اور تعمیری انداز میں گزرے گا۔ نرا بے کار رہنے سے کیا فائدہ؟؟

فارغ اوقات کا بابرکت استعمال

بے کاری اور فارغ الوقتی کا ایک نہایت ہی عمدہ اور بابرکت حل یہ ہے کہ ایسے نوجوان جو وقتی طور پر فارغ ہوں اور خاص طور پر مرکز میں رہنے والے ایسے نوجوان اپنی خدمات بطور والنٹیرز (VOLUNTEERS) جماعت کو پیش کریں۔ ہمارے مرکز میں مختلف دفاتر اور محلوں کی سطح پر مختلف تنظیموں میں خدمت کے بے شمار مواقع موجود ہیں۔ آپ دن میں ایک دو یا چار گھنٹے جتنا وقت بھی خدمت سلسلہ کے لئے نکال سکیں اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس سے ایک طرف جہاں ہمارے دفاتر اور تنظیموں کو فائدہ پہنچے گا وہاں آپ کو بھی یقینی سکون اور روحانی خوشی و شادمانی حاصل ہوگی۔ حضرت فضل عمر نے خوب فرمایا ہے:۔

خدمت دین کو اک فضل الہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

(خاکسار یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہے کہ اگر ایسے بے لوث اور اعزازی طور پر خدمت کرنے والے نوجوانوں کو ڈیوٹی کے دوران موسم کے لحاظ سے کوئی مشروب یا SNACKS بطور ریفریشمنٹ پیش کئے جائیں تو اس پر کچھ زیادہ خرچ بھی نہیں آئے گا اور ان نوجوانوں کے لئے ان کی خدمات کی قدردانی کا یہ ہلکا پھلکا اظہار سا بھی ہو جائے گا۔ جس کا ان پر اور ان کے جذبۂ خدمت پر بہت اچھا اثر پڑے گا)

اللہ تعالیٰ ہمارے سب نوجوانوں اور عزیزوں کا خود مددگار و کفیل ہو۔ ان کے علم اور اخلاص میں برکت ڈالے۔ ان کو روشن اور قابل فخر مستقبل سے نوازے اور جس قدر ان کو موقع اور استعداد میسر ہو اسے خدمت سلسلہ میں خرچ کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کس درد مندانہ اور خیر اندیشانہ رنگ میں فرماتے ہیں:۔

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کے متعلق معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کا سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے"۔
(ملفوظات)

(احسن اسماعیل صدیقی صاحب۔ گوجرہ)

گزری ہے شبِ غم تو سحر دیکھ رہا ہوں
اک جبرِ مسلسل کا ثمر دیکھ رہا ہوں

کچھ ان کی محبت کی نظر دیکھ رہا ہوں
کچھ اپنی دعاؤں میں اثر دیکھ رہا ہوں

یہ کون ہوا رشکِ قمر رونقِ محفل
ہر چہرے کو میں چاند نگر دیکھ رہا ہوں

اے جانِ تمنا ہو نظر ایک ادھر بھی
مدت سے تری راہ گزر دیکھ رہا ہوں

مغرب میں ہیں عظمتِ توحید کے چرچے
جھکتے ہوئے تثلیث کا سر دیکھ رہا ہوں

کونپل سی جو اک پھوٹی تھی مشرق کی زمیں سے
آج اس کو تناور سا شجر دیکھ رہا ہوں

دنیا کو صداقت کی خبر دیتے رہے جو
میں آج بھی وہ شمس و قمر دیکھ رہا ہوں

کہتے ہیں کہ فیضانِ خدا بند ہیں یکسر
پر میں تو کھلے فیض کے در دیکھ رہا ہوں

مردانِ رہِ حق کی جواں مردی مسلّم
ہر فرد میں چیتے کا جگر دیکھ رہا ہوں

وہ لوگ ستاروں پہ جو ڈالیں گے کمندیں
منزل کو بھی وہ کریں گے سر دیکھ رہا ہوں

ہاتھوں میں زر و مال نہیں دامن بھی ہے خالی
آنکھوں میں چھپے لال و گہر دیکھ رہا ہوں

ڈھائے سے اللہ کا گھر ڈھا نہ سکو گے
ہر دل میں یہاں اللہ کا گھر دیکھ رہا ہوں

انسان ہی انسان کو انسان نہ سمجھا
بے راہ روی ہائے بشر دیکھ رہا ہوں

اللہ رے شیخ تیری طرزِ خطابت
ہر لفظ نیا زخمِ جگر دیکھ رہا ہوں

اپنے بھی ہوئے جاتے ہیں کچھ لوگ پرائے
بدلتے ہوئے اندازِ نظر دیکھ رہا ہوں

یا رب میری کشتی ہے فقط تیرے حوالے
دریائے حوادث میں بھنور دیکھ رہا ہوں

ہے شاخِ توکل پہ تیری میرا نشیمن
ہواؤں کو بہت زیر و زبر دیکھ رہا ہوں

دل سوز ہے کتنی یہ اسیروں کی اسیری
دیکھی نہیں جاتی ہے مگر دیکھ رہا ہوں

آنکھوں سے جو بہتے ہیں دمِ سجدہ وہ نالے
آہوں سے جو اٹھتے ہیں وہ شرر دیکھ رہا ہوں

احسن یہ خدا ہی کا کرم ہم پہ ہے ورنہ
دنیا کے تو حالات دِگر دیکھ رہا ہوں

بُخارِ دل

(مقالہ:۔ مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب)

قبول عام اور بقائے دوام کی نعمت اللہ تعالیٰ کا وہ عطیہ ہے جو وہ اپنے مخلص بندوں کو کسی نہ کسی بہانے سے عطا فرماتا رہتا ہے اور بقول شاعر:۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان نو بہ نو اور گوناگوں انعامات کا شمار کرنا بھی انسان کے حیطہ اقتدار سے باہر ہے۔

انہیں انعامات الٰہیہ میں سے ایک نعمت موزوں و مؤثر منظوم کلام کی بھی ہے۔ دنیا کی دوسری زبانوں سے قطع نظر اگر صرف اردو زبان ہی میں تلاش کیا جائے تو قبول عام کی ایسی صدہا مثالیں تلاش کی جا سکتی ہیں جن میں شاعر کی کوئی خاص کاوش اس کو منظر عام پر لے آئی اور بقائے دوام کی نعمت سے مالا مال کر گئی۔ ابتداء میں ولی دکنی، حاتم و آبرو اور میر و مرزا جو زبان استعمال کرتے رہے وہ ہمارے زمانہ کی شستہ و رفتہ اور ترقی یافتہ زبان سے بالکل لگا نہیں کھاتی۔ سینکڑوں الفاظ جو اس وقت عام طور سے بولے اور تحریر میں لائے جاتے تھے آج بالکل متروک ہیں اور کوئی دانشمند بقائمی ہوش و حواس انہیں استعمال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا لیکن اس حقیقت کے باوجود میر تقی میر کے بکثرت اشعار آج بھی زبان زد خلائق ہیں اور اپنے احساسات قلبی اور جذباتی تاثر کے لحاظ سے اس قدر پائیدار واقع ہوئے ہیں کہ جب تک اردو زبان دنیا میں رائج ہے ان اثرات کو دلوں سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ بعض اشعار ملاحظہ ہوں:۔

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

یا مرزا سودا کا یہ شعر:۔

سودا جو ترا حال ہے ایسا تو نہیں وہ
کیا جانیئے تو نے اسے کس حال میں دیکھا

یا میر حسن کی مثنوی سحرالبیان اور اس کے خاص خاص مقامات مثلاً جنگل میں چاندنی رات کا سماں جو کچھ اس انداز سے موزوں کیا گیا ہے کہ قاری اس کی سلاست و روانی اور منظر کشی سے مسحور ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر
وہ براق سا ہر طرف دشت و در

وہ اجلا سا میداں چمکتی سی ریت
اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

وہ پتوں سے چھن چھن کے مہ کا ظہور
گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور

درختوں سے لگ لگ کے باد صبا
لگی بولنے وجد میں واہ وا

اسی طرح متوسطین شعرائے اردو میں غالب و مومن نے اپنے بے نظیر کلام سے اردو زبان میں چار چاند لگا دیئے اور غالب نے تو عالمگیر شہرت حاصل کی اور اپنی بلندی تخیل اور ندرت آفرینی سے قارئین کے دل فتح کر لئے۔ استاد ذوق نے قصائد کے میدان میں اپنے پیشرو مرزا سودا کی یاد تازہ کر دی۔ ادھر نعت کے میدان میں محسن کاکوروی نے اپنی عارفانہ اور بلند پایہ مثنویات سے ایک نئے اور اچھوتے باب کا اضافہ کیا اور یہ کمال انہیں پر ختم ہو گیا۔ حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام کے وسیلے سے اور علامہ اقبال نے شکوہ اور جواب شکوہ لکھ کر اپنے لئے شہرت عام اور بقائے دوام کا سرٹیفیکیٹ حاصل کر لیا۔

صحافت کے میدان میں برصغیر کے مشہور و معروف صحافی اور افسانہ نگار شوکت تھانوی کو لازوال شہرت ان کے ایک مزاحیہ افسانے "سودیشی ریل" کے ذریعہ حاصل ہوئی جس کو اس زمانہ کے تمام اخبارات و رسائل نے نقل کر کے اس کی دلاویزی اور معنویت پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔

اس قدرے طوالتی تمہید کے بعد میں نفس مطلب کی طرف آتا ہوں اور اس امر کے اظہار میں فخر و خوشی محسوس کرتا ہوں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جس خالص مذہبی اور روحانی شاعری کی بنیاد ڈالی تھی اور جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ وہ شاعری ایسی بے نظیر اور منفرد شاعری ہے جس میں حضرت اقدس کے ہمعصر شعراء یا دیگر شعراء کو قطعاً کوئی دخل نہیں اور وہ کبھی بھی اس قسم کی شاعری پر دسترس حاصل نہ کر سکیں گے جیسا کہ فرمایا:۔

درکلام تو چیزے است کہ شعراء را در آن دخلے نیست

اس خالص مذہبی اور روحانی شاعری کے رنگا رنگ نمونے ہمیں حضرت میر محمد اسماعیل

صاحب کے کلام میں جا بجا ملتے ہیں۔ حال ہی میں آپ کے کلام کا ایک مکمل ایڈیشن محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے بڑے اہتمام کے ساتھ لاہور سے شائع کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جس حربہ کو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے اعلاء کلمۃ الحق اور اشاعت و ابلاغ دین کیلئے موزوں خیال فرما کر استعمال فرمایا تھا اس کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر دیگر شعرائے احمدیت نے بھی اس کے استعمال کو جاری رکھا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کی دھار کو اور تیز کیا اور اسے اتنا صیقل کیا کہ مخالفوں کی نگاہیں اس کی آب و تاب سے خیرہ ہو گئیں۔

حضرت میر صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے تتبع میں بڑے ہی اچھوتے اور مخلصانہ انداز میں واردات قلبی کے بیان کے ساتھ ہی ساتھ پند و نصائح کو بھی شعری جامہ پہنا کر "تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر" کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیا ہے۔ آپ کی اس تصنیف لطیف کا نام "بخار دل" ہے لیکن مجھے اس بات کے اظہار میں کوئی پس و پیش نہیں کہ اس کتاب کا نچوڑ "بخار دل" والی نظم میں آگیا ہے جو اس کتاب کی زینت ہے اور جس کی تمہید میں خود حضرت میر صاحب نے مندرجہ ذیل سطور قلمبند فرمائیں:۔

"یہ نظم شعر و شاعری کے رنگ میں نہیں لکھی گئی بلکہ واقعی بخار دل ہے جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے اس نظم کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ احباب کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے اور پھر اس تعلق کو قائم رکھنے کی طرف توجہ پیدا ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظم میں استعارہ کے طور پر جو بعض الفاظ آئے ہیں ان کو استعارہ ہی سمجھا جائے۔ مولف کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کو نعوذ باللہ محدود یا مخلوق کی طرف مجسم خیال کرتا ہے بلکہ بعض الفاظ محض استعارے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں تاکہ بیان کرنے والے کا ایک قسم کا مفہوم ادا ہو جائے۔ یا بعض الفاظ جوش محبت میں ادا کئے جاتے ہیں دوسرے مقام پر وہ جائز نہیں ہوتے۔ پس موقع اور محل کے لحاظ سے معانی لینے کا خیال رکھنا چاہیئے"۔

اس والہانہ، عارفانہ اور مخلصانہ نظم میں حضرت میر صاحب نے بسط و کشاد کی منزلوں کا بڑا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور بڑے ہی گہرے اور مخلصانہ جذبات کو صاف اور سادہ اور سلیس انداز میں روانی کے ساتھ بیان کرنے کا تجربہ کیا ہے جو حقیقتاً اردو شاعری میں ایک نئی چیز ہے۔ یہ قلب سے نکلے ہوئے حقیقی جذبات ہیں جو کاغذ کے دامن میں گہر آبدار کی طرح بکھیر دیئے گئے ہیں۔ ایک سچے عاشق خدا پر راہِ سلوک میں جو حادثات پیش آتے ہیں ان کا بے ساختہ اظہار ہے۔ اس میں فلسفیانہ

موشگافیوں کی جگہ حقیقی واردات قلبی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ غرض یہ نظم عشق الٰہی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کی لہریں روح میں اہتزاز اور قلب میں گداز پیدا کرتی اور محبت الٰہی میں غرق ہو جانے کی دعوت دیتی ہیں۔

میں تمہیداً عرض کر چکا ہوں کہ قبول عام اور بقائے دوام اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے مخلص بندوں کو عطا فرماتا رہتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ "بخارِ دل" نظم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میر صاحب مرحوم و مغفور کو بھی وہی نعمت عطا فرمائی ہے اور جب تک جماعت احمدیہ دنیا میں قائم ہے (اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ جماعت تا قیامت قائم رہنے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے) حضرت میر صاحب کی یہ نظم ہمارے دلوں سے محو نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک صدقہ جاریہ ہے جو میر صاحب نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ جو اس اچھوتی نظم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں جوش مارنے لگے گی اور ذرا سی توجہ اور قوت ارادی سے وہ سلوک کی ان منازل پر گامزن ہونے کی ایک تڑپ اور لگن اپنے دل میں پائے گا۔ جن کا راستہ حضرت میر صاحب نے اس پیاری اور عرفان الٰہی میں ڈوبی ہوئی نظم میں بتایا ہے۔

اسی طرح حضرت میر صاحب نے ایک ایسی نعتیہ نظم بھی لکھی ہے جو مقبولیت کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی اور اس نعتیہ کلام بعنوان "سلام بحضور سید الانام" کے ذریعہ شہرت عام اور بقائے دوام کا سنہرا تاج جو آپ کے سر پر سجایا گیا ہے تا قیامت جگمگاتا رہے گا اور اپنی آب و تاب سے دشمنان دین حق کی نظروں کو خیرہ اور محبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو روشن کرتا رہے گا۔

حضرت میر صاحب کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آپ کی ایک نظم سفر یورپ پر روانگی کے موقعہ پر ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء کو جب کہ بیت الاقصیٰ میں ایک کثیر مجمع کے ساتھ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر اور آپ کے رفقاء سفر کا فوٹو لیا گیا حضور کے روبرو پڑھ کر سنائی گئی اور ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ اس نظم میں حضرت میر صاحب نے حضور کے سفر یورپ پر روانگی کے سلسلہ میں تمام جماعت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو کامیاب و کامران قادیان واپس لائے۔ پھر مجمع کی موجودگی میں البیت الاقصیٰ کے اندر اہل قادیان کی طرف سے حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ اس موقعہ پر بھی ایڈریس پیش ہونے سے قبل سید عبدالغفور صاحب ابن میر مہدی حسین صاحب نے حضرت میر صاحب کی ایک دوسری نظم جو اسی

موقعہ کے لئے کہی گئی تھی نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی جس کو سن کر تمام حاضرین کے دلوں میں انبساط و اہتزاز کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ یہ نظم ۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کے الفضل میں شائع ہوئی تھی۔

میر صاحب ایک ہمہ دان و ہمہ گیر قسم کی طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کی شخصیت بڑی ہی جاذب قلوب اور پہلو دار تھی۔ وہ ایک حاذق طبیب اور ماہر سرجن تھے اور اس نعمت خداوندی سے آپ نے بھرپور فائدہ اٹھا کر حقوق العباد اور خدمت خلق کا ایک اہم فریضہ ادا کرنے کی قابل رشک توفیق پائی اور ہمدردی مخلوق خدا کے کسی موقعہ کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو آپ ایک عارف باللہ اور فنا فی اللہ انسان کی صورت میں ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ایک ایسے عاشق صادق کے روپ میں جو منازل سلوک طے کرتا ہوا اور مصائب و آلام کی وادیوں سے بخندہ پیشانی گزرتا ہوا منزل مقصود کی طرف رواں دواں بڑھتا چلا جارہا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ انشا پرداز، ایک فصیح البیان مقرر، مایہ ناز ادیب اور استادانہ و فنکارانہ مہارت رکھنے والے قادر الکلام شاعر تھے۔ جس طرح طبی میدان میں آپ نے اپنی فنی مہارت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مخلوق خدا کو بھرپور فائدہ پہنچایا اسی طرح ادبی میدان میں بھی آپ نے اپنی موزونیت طبع اور شعری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے لاکھوں قلوب میں عشق الٰہی کی جوت جگادی اور گلہائے رنگارنگ سے گلزار معرفت میں ایسے خیابان تیار کئے کہ چشم نظارہ بین کو جن کی دید سے طراوت اور قلب عاشقیں کو جن کے مشاہدے سے بشاشت و حرارت نصیب ہوتی ہے۔

آپ نے اپنی شاعری کی ابتدا بائیس سال کی عمر یعنی ۱۹۰۳ء میں کی اور چوالیس سال کے طویل دور میں آپ نے کسی موقعہ کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ہر مناسب موقعہ پر اپنے پاکیزہ خیالات اور قلبی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ آپ کی قادر الکلامی از ابتدا تا انتہا اپنے جوہر دکھاتی رہی۔ حضرت میر صاحب کے لڑکپن اور جوانی کے کلام میں ہمیں تین مزاحیہ نظمیں بھی ملتی ہیں۔

(۱) ایک المناک حادثہ بطرز مرثیہ (۲) واویلا بطرز مثنوی (۳) مرزا غالب اور ان کے طرفدار بطرز غزل مسلسل۔

ان تینوں منظومات میں مزاح کا رنگ غالب ہے لیکن ہر ایک نظم حضرت میر صاحب کی جولانی طبع اور قدرت کلام پر شاہد ناطق کا درجہ رکھتی ہے اور اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ ابتدا ہی سے آپ کو ہر صنف کلام پر استادانہ مہارت حاصل تھی۔ آپ نے مسلسل غزلیں بھی لکھی ہیں اور نظم

نما غزلیں بھی مسدس بھی کہے ہیں اور مثلث بھی اور قطعات و رباعیات کے میدان میں بھی اپنی شہسواری کے جوہر دکھائے ہیں۔ لیکن آپ کی جملہ منظومات میں جو چیز قدر مشترک کی طرح اپنی جھلک دکھاتی ہے وہ ہے آپ کی مقصدیت کا جذبہ۔ حیرت کا مقام ہے کہ باوجود شعریت کے مقصدیت آپ کے کلام میں ہر جگہ اتنے حسین تناسب کے ساتھ اور ایسے حکیمانہ انداز میں سموئی ہوئی نظر آتی ہے کہ باوجود اس کو تقدم حاصل ہونے کے قاری کے ذہن کو براہ راست اس کا احساس تک نہیں ہونے پاتا بلکہ وہ شعریت کے بین السطور اس مقصدیت سے بالواسطہ اور محکم طور سے اثر پذیر ہوتا ہے اور یہ تاثر اتنا پائیدار، اتنا گہرا اور اتنے دور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے کہ اس کا تصور بھی دل میں گداز اور آنکھوں میں نمی پیدا کر دیتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ از صفحہ...... 36

نائب قائد نے ادا کئے۔ تیسر پوزیشن رہی۔ کانسی کا تمغہ ملا۔

۴ خدام کرکٹ کلب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ۶ خدام ورزش کرتے ہیں۔

رپورٹ سیمینار، سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام مؤرخہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۵ء کو سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف پہلو سے متعلق ایک سیمینار کا نہایت کامیابی سے انعقاد ہوا۔ اس سیمینار کی صدارت مکرم و محترم مولانا نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر روزنامہ "الفضل" نے فرمائی۔

تلاوت اور نظم کے بعد سیمینار کمیٹی مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نے سیمینار کا مختصر تعارف کروایا۔ جس کے بعد مکرم عبدالسمیع خان صاحب استاد جامعہ احمدیہ نے "حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دشمنوں سے حسن سلوک" کے موضوع پر تقریر کی۔

دوسرے مقرر استاد جامعہ احمدیہ مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب تھے۔ آپ کی تقریر کا موضوع "حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شجاعت" تھا۔ مکرم ناز صاحب نے مخالفین کی طرف سے اقدام قتل جیسے سنگین مقدمات کے سلسلہ میں حضرت صاحب کی دلیری اور شجاعت سے متعلق آپ کی زندگی کے نہایت ایمان افروز واقعات مؤثر رنگ میں بیان فرمائے۔

بعد ازاں صدر اجلاس محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا۔

آخر میں محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے صدر اجلاس، مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

اخبار مجالس

خلاصہ رپورٹس شعبہ صحت جسمانی

(مکرم مہتمم صاحب صحت جسمانی)

قیادت دارالفضل فیصل آباد

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ کو کھیلوں کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام ۹ بجے صبح تا ڈیڑھ بجے تک رہا۔ کرکٹ، لانگ جمپ، کلائی پکڑنے کے مقابلہ جات ہوئے۔ ۳۴ خدام نے حصہ لیا۔ نمایاں کارکردگی دکھانے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے گئے

اسلام آباد

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ کو مجالس شمالی اور شرقی کے مابین نٹ بال کا میچ کروایا گیا۔ ۲۱ خدام نے میچ میں حصہ لیا۔ میچ کا دورانیہ ۲ گھنٹے کا تھا۔ میچ کے بعد ریفریشمنٹ کا بھی انتظام تھا۔

ضلع چکوال

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ کو کلر کہار میں سالانہ سپورٹس ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ حاضری مجالس خدام یہ رہی۔ مجالس ۵/۸، خدام ۴۰/۱۳۲۔ اطفال ۶۴/۱۰۰۔ بچے ۱۲۔ مہمان ۷۔

ریلی میں دوڑ، لانگ جمپ، گولہ پھینکنے اور سائیکل ریس کے مقابلہ جات ہوئے۔ ریلی میں مکرم ناظم صاحب صحت جسمانی علاقہ اور مکرم مربی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ دوالمیال نے بھی شرکت کی۔

بھون ضلع چکوال

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۷ کو پہلی سالانہ سپورٹس ریلی ہوئی۔ حاضری درج ذیل تھی۔ خدام ۲۲، اطفال ۱۸، واقفین نو اور بچے ۱۰، نمائندے ۲، کل ۵۲۔

دوڑ، لانگ جمپ، گولہ اور رسہ کشی کے مقابلہ جات ہوئے۔ ریلی کامیاب رہی۔

سر ظفر اللہ خان کرکٹ ٹورنامنٹ

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۴ تا ۹۵-۱-۲۷ "سر ظفر اللہ کرکٹ ٹورنامنٹ" زیر اہتمام قیادت خدام

الاحمدیہ ضلع میرپور خاص منعقد ہوا۔ خلاصہ رپورٹ حسب ذیل ہے۔

اس ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نوکوٹ، نفیس نگر، نصرت آباد اور میرپور خاص نے حصہ لیا۔ کل سات میچز کھیلے گئے۔ میرپور خاص کی ٹیم نے ۵۰ رنز سے فائنل میچ جیتا۔ مین آف دی میچ فاروق احمد آف میرپور خاص، بیسٹ بیٹسمین محمد ادریس اور بیسٹ باؤلر نعیم احمد آف نصرت آباد رہے اور مین آف دی سیریز ادریس احمد آف میرپور خاص رہے۔

کھلاڑیوں اور ٹیموں نے نظم و ضبط کا خاص خیال رکھا۔ مکرم امیر صاحب ضلع میرپور خاص نے مہمان خصوصی کے طور پر فائنل میچ کے موقعہ پر شمولیت فرما کر خدام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

رپورٹ فری میڈیکل کیمپ
قیادت ضلع میرپور خاص

نمبر۱: حلقہ میرپور خاص میں قیادت ضلع کے تحت مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ کو میرپور خاص کے قریب ہندو گاؤں میں فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ جس میں ۷۰ مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ ۷۰ مریضوں کو ۱۲۰۰ کی ادویات و انجکشن دیئے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بھی تعاون کیا اور دوبارہ کیمپ لگانے کی خواہش کی۔

نمبر۲: دوسرا کیمپ حلقہ نصرت آباد میں قیادت ضلع کے تحت منعقد ہوا۔ ۷۲ مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ اس کیمپ میں ۶۵۰ روپے کی ادویات و انجکشن لگائے گئے۔ اس کے علاوہ ۷۸۰ روپے نقد دو مریضوں کو ادویات کے دیئے گئے کہ انہیں ادویات خرید کر دیں۔ اس طرح ۱۴۴ مریضوں پر ۲۶۳۰ روپے کی ادویات خرچ ہوئیں۔ یہ کیمپ بہت کامیاب رہے۔

لطیف آباد۔ ضلع حیدرآباد

کرکٹ ٹورنامنٹ منعقدہ ۹۵-۱-۲۰ تا ۹۵-۱-۲۷ ۷ میچز ہوئے۔ ۴۵ خدام نے شمولیت کی۔ عامر منصور بہترین کھلاڑی رہے۔ انعامات اور شیلڈز تقسیم کی گئیں۔ فائنل میچ حلقہ طلحہ نے جیتا۔

مجلس لاڑکانہ

سائیکل سفر مؤرخہ ۹۵-۱-۲۷ ہوا۔ ۱۶ خدام شامل ہوئے۔ کل فاصلہ ۶۰ کلومیٹر تھا۔ وقت صبح دس بجے تا ۵ بجے شام تک رہا۔ کھانا وغیرہ کا پروگرام بھی ہوا۔

مجلس رحمانپورہ۔ لاہور

کرکٹ میچ مؤرخہ ۹۵-۱-۲۷ اقبال ٹاؤن کے ساتھ ہوا۔ اقبال ٹاؤن کی ٹیم یہ میچ جیت گئی۔

مجلس اقبال ٹاؤن۔لاہور

کرکٹ میچ مابین اقبال ٹاؤن و سمن آباد مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ ہوا۔ اقبال ٹاؤن کی ٹیم میچ جیت گئی۔

کرکٹ میچ مابین اقبال ٹاؤن و رحمان آباد مؤرخہ ۹۵-۱-۲۷ ہوا۔ اقبال ٹاؤن کی ٹیم میچ جیت گئی۔

مجلس فضل عمر۔فیصل آباد

مؤرخہ ۹۵-۱-۱۳/۱۴ ٹیپ بال کرکٹ ٹورنامنٹ فیصل آباد میں ٹیم کی شمولیت۔ ۱۸ خدام نے حصہ لیا۔ سائیکل سفر مؤرخہ ۹۵-۱-۲۷ ہوا جس میں ۵ خدام شامل ہوئے۔

مجلس دارالنور۔فیصل آباد

کرکٹ ٹورنامنٹ فیصل آباد میں ٹیم کی شمولیت۔ ۱۲ خدام نے حصہ لیا۔ بہترین فیلڈر کا اعزاز مجلس ہذا کے خادم کو ملا۔

مجلس کریم نگر۔فیصل آباد

کرکٹ ٹورنامنٹ منعقدہ مؤرخہ ۹۵-۱-۱۳/۱۴ میں ٹیم مجلس ہذا شامل ہوئی۔ ٹیم سیمی فائنل تک پہنچی۔ خدا نے نظم و ضبط کا خاص خیال رکھا۔

مجلس چک ۶۹ آر بی۔گھسیٹ پورہ

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰ کو سائیکل سفر میں ۸ خدام نے حصہ لیا۔

مجلس حافظ آباد

مؤرخہ ۹۵-۱-۴ اور ۹۵-۱-۶ کو بیڈمنٹن کے دو دوستانہ میچ مجلس پریم کوٹ کے ساتھ ہوئے۔ مؤرخہ ۹۵-۱-۸ کو کلوا جمیگا ہوا۔ ۲۰ خدام اور ۵ اطفال شامل ہوئے۔

مجلس ڈرگ روڈ۔کراچی

مؤرخہ ۹۵-۱-۲۱ کو سائیکل سفر صبح ۹ بجے سے شروع ہوا۔ ۲۵ خدام اور ۵ اطفال نے حصہ لیا۔ ساڑھے بارہ بجے اختتام ہوا۔ فاصلہ ۱۷ کلومیٹر تھا۔ ۹۵-۱-۲۸ کو انعامات تقسیم کئے گئے۔

کلواجمیگا میں ۲۰ میں سے ۱۲ خدام حلقہ دارالرحمت نے حصہ لیا۔

مجلس محمود آباد۔کراچی

کبڈی ٹیم نے جئے سندھ گیمز منعقدہ مؤرخہ ۹۵-۱-۲۰/۱۵ لاڑکانہ میں شمولیت کی۔ ٹیم کے کپتان کے فرائض سعادت احمد بٹ صاحب

بقیہ صفحہ 32 پر

یوم تحریک جدید ۲۸ اپریل ۱۹۹۵ء

تحریک جدید وہ انعام خداوندی ہے جو اللہ تبارک تعالیٰ نے ۱۹۳۴ء میں جماعت کے خلاف سازش کے صلہ میں جماعت احمدیہ کو دیا ہے۔ یہ صرف مالی تحریک نہیں بلکہ اصلاح نفس اور پیغام حق پہنچانے کا مکمل اور جامع پروگرام ہے۔ یہ تحریک ۲۷ مطالبات پر مشتمل ہے۔ یہ الٰہی تحریک ہے جس کے بارے میں بانی خدام الاحمدیہ فرماتے ہیں "گو الفاظ میرے ہیں لیکن حکم اسی خدا کا ہے"۔ آپ نے جماعت کی ذیلی تنظیموں کو بار بار جلسے کرنے، تحریک جدید کے مطالبات اور اس کے اصولوں کو دہرانے اور انہیں تازہ رکھنے کی تلقین فرمائی (اس ارشاد کی تعمیل میں احباب کے سامنے مطالبات تحریک جدید دہرائے جاتے ہیں)۔

مطالبات تحریک جدید

ویسے تو تمام ۲۷ مطالبات اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں مگر احباب کے سامنے چند رکھے جا رہے ہیں:-

۱- سادہ زندگی بسر کریں۔
۲- امانت فنڈ تحریک جدید میں روپیہ جمع کروائیں۔
۳- دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب تیار کریں۔
۴- "دعوت الی اللہ" سروے میں حصہ لیں۔
۵- نوجوان خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔
۶- رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں (وقف عارضی)۔
۷- پنشنرز احباب اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے پیش کریں۔
۸- طلبہ کو تعلیم و تربیت کے لئے مرکز سلسلہ میں بھیجیں۔
۹- اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔
۱۰- قومی دیانت کا قیام کریں۔
۱۱- عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔
۱۲- راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔
۱۳- اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کریں۔

عہدیداران خدام الاحمدیہ اور خدام بھائی ان مطالبات کو ہمیشہ اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان کی بار بار یاددہانی کرواتے رہیں۔ تمام مجالس مؤرخہ ۲۸ اپریل ۱۹۹۵ء کو یوم تحریک جدید منائیں۔ اس روز تحریک جدید اور اس کے مطالبات کی اہمیت بذریعہ خطبات و تقاریر اجاگر کریں اور رپورٹ مرکز ارسال کریں۔

والسلام
خاکسار
مہتمم تحریک جدید

ہدایات بابت سالانہ مقالہ نویسی ۱۹۹۵ء

عنوان: ابتلاؤں میں احمدی نوجوانوں کا کردار

الفاظ: ۲۰ تا ۲۵ ہزار - انعام: ۶۰۰، ۴۵۰، ۳۰۰

ذیلی عناوین

یہ محض رہنمائی کے طور پر ہیں - ان میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔

۱- ابتلاء سے کیا مراد ہے؟ اس کا فلسفہ اور مختصر حکمت

۲- ابتلاؤں میں استقامت دکھانے کے متعلق ارشادات از قرآن - حدیث، حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کے (جانشین)۔

۳- ابتلاؤں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے - جماعت پر آنے والے اجتماعی ابتلاء جیسے ۳۴ء، ۵۳ء، ۷۴ء، ۸۴ء، وغیرہ - اسی طرح ہجرت ۴۷ء اور حفاظت قادیان کے متعلق جماعت کی خاطر مختلف افراد پر آنے والے ابتلاء - مختلف ممالک اور علاقوں میں آنے والی مشکلات جیسے قومی جنگیں وغیرہ۔

۴- احمدی نوجوانوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے - جیسے رفقاء حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ، تابعین - پاکستانی اور غیر ممالک کے نوجوان۔

۵- قربانیوں کی مختلف اقسام جان، مال، وقت، عزت وغیرہ

۶- غیر معمولی قربانیاں جیسے کلمہ کی خاطر، عبادت کی خاطر، بیوت الذکر کی خاطر، وطن کی خاطر۔

۷- احمدی نوجوانوں کے کردار کے متعلق غیروں کی شہادتیں۔

۸- حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور (جانشینوں) کا احمدی نوجوانوں کو خراج تحسین۔

۹- اسیران راہ مولیٰ کا ذکر و حالات۔

۱۰- شہداء اور داعیان الی اللہ کا خصوصی ذکر۔

امدادی کتب

(۱) قرآن کریم - (۲) احادیث (۳) کتب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ - خصوصاً سبز اشتہار اور ازالہ

اوہام (۴) مشعلِ راہ (۵) تاریخ احمدیت کی جلدیں خصوصاً ۱۸ جلد (۶) حضرت صاحب کے خطبات جمعہ۔ خصوصاً ۸۴ تا ۸۷ء (۷) "رفقائے احمد ۱۴ جلدیں (۸) تاریخ احمدیت کشمیر، لاہور، صوبہ سرحد وغیرہ (۹) تابعین "رفقائے احمد کی جلدیں (۱۰) تاریخ خدام الاحمدیہ (۱۱) اخبار الفضل، رسائل خالد، لاہور (۱۲) صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر شائع ہونے والے جماعتی اخبارات ورسائل، مجلے اور سوونیئر۔

(مہتمم تعلیم)

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی سہ ماہی اول

بعنوان "مطالعہ کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اہمیت

اول: مجد الدین صاحب ٹیکسلا ضلع راولپنڈی

دوم: ظفر اللہ ملک صاحب صادق آباد ضلع راولپنڈی

سوم: محمد افضل نعیم صاحب ربوہ

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل خدام علی الترتیب سندات امتیاز کے حقدار قرار پائے ہیں۔

ثمر احمد صاحب ناظم آباد کراچی۔ مجیب احمد صاحب فرخ لاہور۔ ندیم احمد صاحب بٹ فیکٹری ایریا شاہدرہ۔ ملک نعیم احمد صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ محمود حسین صاحب شاہد فضل عمر فیصل آباد۔ کاشف محمود صاحب ربوہ۔ محمود احمد صاحب شاہد عزیز آباد کراچی۔

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان سب کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

"نوجوانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی حالت کو سدھارنے اور [illegible]ین کی خدمت کے لئے تقویٰ اور سعی سے کام لینے کی طرف توجہ کریں اور اگر آج کوئی جماعت اسے قائم نہ کرے تو تھوڑے عرصہ میں کوئی اس کا نام لیوا بھی باقی نہ رہے گا"۔ (الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارشاد

"خدام الاحمدیہ کا پرچہ "خالد" ہے، وہ ایک خاص جماعت کا پرچہ ہے میں ساری جماعت کو تو نہیں کہتا اس جماعت کو کہتا ہوں کہ تم اپنے اندر بیداری پیدا کرنے کیلئے اور اپنے مرکز سے یعنی خدام کے مرکزی دفتر سے وابستگی رکھنے کے لئے "خالد" کی اشاعت اپنے حلقہ میں وسیع کرنے کی کوشش کرو"

(تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء بحوالہ "خالد" فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۸)

احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو

۱۔ ایم۔ٹی۔اے کے بابرکت اجراء پر ایک سال مکمل ہونے پر

۲۔ نشان آسمانی بابت کسوف و خسوف کی صد سالہ تکمیل۔

۳۔ خلافت احمدیہ کی برکتیں اور الٰہی محبتیں

مبارک ہوں!

خاکسار طارق محمود زاہد

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جہلم

خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا!
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

احباب جماعت احمدیہ سے درخواست ہے کہ اسیران راہ مولیٰ کی جلد اور باعزت رہائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے درد دل سے دعا کریں۔

خاکسار میاں محمد احمد خاں

احمد ٹریڈرز،

ڈیلر کھاد و زرعی ادویات

غلہ منڈی ڈاہرانوالہ۔ ضلع بہاولنگر

خریداران ماہنامہ "خالد" سے درخواست

۱۔ اگر آپ کو کسی ماہ کا رسالہ نہ ملے تو خط لکھ کر دوبارہ منگوالیں۔

۲۔ آپ کے چندہ خریداری ختم ہونے کی اطلاع آپ کو دفتر سے بھجوائی جاتی ہے براہ کرم جلد از جلد چندہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

۳۔ چندہ خریداری کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں آپ کی خدمت میں رسالہ بذریعہ وی پی بھجوایا جاتا ہے براہ کرم وی پی وصول فرما کر ادارہ "خالد" سے تعاون فرمائیں۔

۴۔ اپنے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع فوری دیا کریں تاکہ آپ کا پرچہ ضائع نہ ہو۔

(مینجر ماہنامہ "خالد" ربوہ)

Monthly **Khalid** Rabwah

REGD. NO. L5830 | *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* | APRIL 1995